اعتبار سے سب سے زیادہ توانا اور مؤثر ہے۔ اسی طرح برعظیم پاک و ہند میں استاذ ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی ایسی ہی ایک مؤثر اور عظیم جماعت کی بنیاد رکھی ہے۔

اگرچہ معاشرے میں اخوان کے حامی بڑی تعداد میں موجود ہیں لیکن مخالفت کرنے والوں اور الزامات کی بوچھاڑ کرنے والوں کی بھی کوئی کمی نہیں۔ مدح و ذم کا اثر لیے بغیر اپنی منزل کی طرف گام زن رہے۔ ان تمام نشیب و فراز میں وہ ایک عظیم شخصیت کی حیثیت سے اُبھرے۔ انھوں نے کئی میدانوں میں بڑی اہم خدمات انجام دیں۔

○ **تصنیف و تالیف**: تصنیف و تالیف کے میدان میں انھوں نے ۳۰ کتابیں لکھیں۔ یہ مختصر کتابچے وسیع معلومات اور وقیع پیغامات کے مرقع ہیں اور ان میں ایسی مفید اور نادر باتیں جمع کی گئی ہیں، جو دعوت کے مختلف پہلوؤں میں اصول کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے دسیوں مضامین اور مقالات لکھے ہیں، اور سیکڑوں خطبے ارشاد فرمائے ہیں، جن کی بنیاد پر حسن البنا امام اور مرشد کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔

○ **میدانِ صحافت**: آپ نے صحافتی میدان میں اخوان کا ایک مستقل ادارہ قائم کیا اور اس طرح وہ اخوان کے اور اخوان سے تعلق رکھنے والے احباب کے زیر اہتمام نکلنے والے تمام پرچوں کی سرپرستی کیا کرتے تھے۔ مجلہ الشہاب کے افتتاحیہ میں انھوں نے لکھا: ''مجلہ الشہاب ہم ان قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جو انسانیت کی حس رکھتے ہیں اور اسلام کو اپنا نظامِ زندگی تسلیم کرتے ہیں۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ اپنے پڑھنے والوں کے لیے یہ مجلہ زندگی کے ہر شعبے کے لیے قرآن پاک سے ہدایت کا سامان اور دین و شریعت سے روشنی فراہم کرتا رہے گا۔ مجلہ المنار نے درحقیقت اسلامی فکر پر مبنی ایک مکتب کو جنم دیا۔ اس مجلے نے دین اسلام کے حقائق اور مقاصد کا ہر میدان میں بڑی جرأت کے ساتھ دفاع کیا اور ملحدین اور دیگر گمراہوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند کھڑا رہا۔ بالکل اسی طرح الجزائر سے شیخ عبدالحمید بن بادلیس کی زیرادارت مجلہ الشہاب نے بھی اپنے دور میں عظیم جہاد کیا۔ ہمیں امید ہے کہ اب مصر کا الشہاب ان دونوں مجلات کے مقاصد کو فروغ دے گا۔ قرآن کی دعوت کو اپنا فریضہ سمجھ کر تمام نظاموں پر اسلامی نظام کی برتری کے لیے کوشاں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری آرزوؤں کو پورا

کردے اور ہمارے معاملات کو درست فرمادے۔

امام البنا کے نزدیک تمام مسلمانوں کا خواہ وہ سلفی ہوں یا صوفی یا فقہی مسالک سے منسلک ہوں، سنی ہوں یا شیعہ یا اباضی، ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہونا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ انھوں نے اصولوں اور متفق علیہ معاملات کو اتحاد کے لیے بنیاد بنایا اور فروعی مسائل میں ہر ایک کو اختلاف راے کے ساتھ دوسروں کو برداشت کرنے کی تعلیم دی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو امام حسن البنا کے پیروکاروں میں مختلف فرقوں اور مختلف مکاتب فکر کے لوگ ایک ساتھ چلتے نظر آئیں گے۔ ایک دفعہ انھوں نے جامعۃ الانصار کے مجلّے کے ساتھ تعاون کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ ابھی ان کے ساتھ تھوڑا ہی سفر طے کیا تھا کہ ان کو معلوم ہوا کہ وہ اس امت میں خوارج کے طریق کار پر کاربند ہیں تو اس پر فوراً ہی ان کے ساتھ تعاون ختم کردیا۔

ہمارے استاد محبّ الدین الخطیب نے جو الفتح اور الزہراء نامی مجلّات کے بانی مدیر تھے اور بعد میں روزنامہ الاخوان المسلمون کے مدیر بنے، مجھے ذاتی طور پر بتایا کہ: ”حسن البنا کی یہ عادت تھی کہ وہ کبھی بھی کسی کام کے لیے حکم نہیں صادر کرتے تھے، بلکہ ان کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے معاونین اور ساتھیوں کے سامنے تجاویز رکھ دیا کرتے تھے۔ نتیجتاً انھی کی پیش کردہ معقول تجاویز ہی نافذ ہوکر رہتیں، مگر کسی جبر کے ساتھ نہیں، بلکہ رغبت اور خوش دلی کے ساتھ“۔

محبّ الدین الخطیب کی قدآور علمی شخصیت کا اندازہ آپ اس سے کریں کہ جس ازہر نے لاکھوں کی تعداد میں علما تیار کیے، اس ادارے نے اپنے مجلّے الازہر کی سرپرستی اور ادارت کے لیے بھی محبّ الدین الخطیب دمشقی کا نام چنا جس کا ازہر سے کوئی تعلّق نہیں تھا۔ یہ اس عظیم علمی شخصیت کا کمال اور فیضان تھا کہ بعد کے ادوار میں اسی ازہر یونی ورسٹی میں بکثرت اخوان کے کارکن پیدا ہوئے۔

○ **معاشرت اور باہمی تعلقات:** امام حسن البنا اپنی تمام تر ذمہ داریوں اور مصروفیات کے باوجود اپنے ساتھیوں کی خوشی اور غمی میں باقاعدگی سے شریک ہوا کرتے تھے۔ قاہرہ کے دور دراز علاقوں تک میں شادی بیاہ اور جنازوں میں حاضر ہوتے اور مریضوں کی عیادت کے لیے پہنچ جاتے۔ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے شرکت ممکن نہ ہوتی تو کسی نمایندے کو بھیجا کرتے تھے۔ اگر یہ بھی ناممکن ہوتا تو خط اور تار کے ذریعے تعزیت وتہنیت کرتے تھے۔

مجاہد حاجی محمد امین الحسینی کے ہاتھ میں عالم اسلام کے بڑے بڑے قائدین کی اجتماعی تصویر تھی جس میں حسن البنا ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے مجھے یہ تصویر دکھاتے ہوئے کہا کہ: اس اجتماع میں حسن البنا سب سے پہلے حاضر ہوئے، لیکن بعد میں ہر نئے آنے والے مہمان کی عزت اور اکرام کی خاطر اپنی نشست چھوڑ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ مجلس کے بالکل آخر میں جا پہنچے حالانکہ اللہ کی قسم، بہت سارے عوامل اور خصوصیات کی بنیاد پر وہی اس لائق تھے کہ صدر مجلس ہوں۔

ایک دفعہ انھوں نے ایک نوجوان طالب علم امین السکری کو جو تعلیم کے سلسلے میں برطانیہ جا رہا تھا، ایک خط لکھا، جس میں انھوں نے برطانیہ کے حالات کے ساتھ مختلف علوم کے بارے میں معلومات اور انگریزوں کے اخلاقیات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اس خط میں انھوں نے اس نوجوان کو دینی اقدار اور اسلامی شعار پر سختی سے پابندی کرنے کی تاکید کی اور یہ نصیحت کی کہ اللہ تعالیٰ کو سمیع و بصیر سمجھ کر ہمیشہ اس کو اپنے اوپر نگران سمجھو۔

○ **فقہ و اجتہاد:** امام البنا نے بہت سارے مسائل اور معاملات میں اجتہاد سے کام لیا اور بہت ساری ایسی راہوں سے گزرے جن کو انھوں نے خود ہی کھولا۔ ان سے پہلے ان مسائل تک کسی کی رسائی نہیں ہوئی تھی، مثلاً: سامراج کے خلاف عملی جہاد اور اس کے لیے مسلسل تیاری، عرب اور اسلامی ممالک کے لیے ایک اصلاحی اور تعمیری پروگرام کو متعارف کرانا، پوری دنیا میں اسلامی دعوت اور اسلامی فکر کو پھیلانا وغیرہ۔

○ **خصوصی حفاظتی نظام کا قیام:** اخوان المسلمون نے تحریک کے دفاع کے لیے ایک خاص حفاظتی نظام تشکیل دیا۔ اس نظام خاص کے متعلق یہ فیصلہ ہوا کہ اس انتہائی منظم، مربوط اور مستحکم نظام کی نگرانی امام خود کریں گے، یا کسی اعلیٰ تربیت یافتہ اور قابلِ اعتماد شخص کو اس ذمہ داری پر مامور کیا جائے گا۔ یہ نظام درحقیقت مشکلات سے نمٹنے کے لیے بنایا گیا تھا، لیکن ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب وہ نظام خود حسن البنا اور اخوان المسلمون کے لیے مصیبت اور مشکلات کا باعث بن گیا۔ جس کے بارے میں حسن البنا نے خود اپنی شہادت سے پہلے کہا تھا: ''یہ لوگ (نظام خاص کے افراد) اخوان کی صف میں نہیں رہے''۔

حسن البنا کی شہادت کے بعد بھی یہ نظام، تنظیم سے الگ ہوکر چلتا رہا، مگر اس کی مختلف کارروائیاں اخوان کے لیے مشکلات کا باعث بنتی رہیں، حالانکہ اخوان کا بحیثیت نظم اور تنظیم اس سے کوئی تعلق نہ تھا۔ پھر جیسے ہی اخوان کی قیادت مومنانہ بصیرت کی حامل شخصیت، استاد حسن الہضیبی رحمہ اللہ کو سونپی گئی، انھوں نے فی الفور اس نظام کے خاتمے کا اعلان کر دیا۔ ردعمل کے طور پر بعض افراد نے استاذ الہضیبی کے فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، اور ان کو جماعت کی قیادت سے ہٹانے کی سعی شروع کر دی، جس کے نتیجے میں جماعت کے اندر ایک بڑا فتنہ برپا ہوا۔ اسی زمانے میں استاد حسن الہضیبی گرفتار ہوگئے، اور جماعت کے بلند پایہ قائدین کو تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا۔ اس نظام سے منسلک بہت سے دوسرے لوگ بھی تھے جو اس فتنے سے نہ بچ سکے۔ حقائق گڈمڈ ہوگئے، نظام درہم برہم ہوا اور آزمایش کا یہ سلسلہ برابر چلتا رہا، یہاں تک کہ جماعت پر سے پابندی اٹھالی گئی۔ حسن الہضیبی نے دوبارہ جماعت کی قیادت سنبھالی اور اس باغی نظام کو ختم کرنے کی کوشش جاری رکھی۔ بالآخر یہ لوگ اخوان کی صفوں سے نکل گئے۔ اس طرح الہضیبیؒ کی فراست اور بصیرت کے نتیجے میں یہ مسئلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا۔

یہاں ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امام البنا نے جن لوگوں کی تربیت کی تھی وہ بہترین شخصیات ثابت ہوئیں، لیکن جن کی تربیت ادھوری رہ گئی اور انھوں نے تنظیم اور سربراہِ تنظیم کے فیصلوں کی پابندی نہ کی، وہ مفید ہونے کے بجاے نقصان دہ عناصر کی حیثیت اختیار کر گئے۔ داخلی طور پر جماعت کے اندر جتنے بھی اندوہ ناک واقعات رونما ہوئے تقریباً ان سب کا موجب اسی نظام کے افراد تھے۔ اللہ تعالیٰ انھیں معاف فرمائے۔

○ **سرزمین شام پر اثرات**: شام میں بہت سی انجمنیں متحرک تھیں۔ تقریباً ہر صوبے میں ایک اصلاحی انجمن ہوا کرتی تھی۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ یہ سب کی سب (شباب سیدنا محمدؐ) کے عنوان سے اکٹھی ہوئیں۔ ۱۹۴۶ء میں ان سب نے اخوان کے پروگرام اور طریق کار سے اتفاق کرتے ہوئے اپنے لیے 'جماعت الاخوان المسلمون' کا نام چنا۔ اردن میں کافی دیر تک جماعت کے مرکز کا نام شعبہ الاخوان، یعنی مقامی جماعت کے عنوان سے تھا۔ لبنان میں شیخ احمد یوسف حمود مرحوم و مغفور کی زیر سرپرستی جماعت کا مرکز قائم ہوا تھا، اس وقت وہ اکیلے ہی وہاں پر

اخوان المسلمون کے رکن تھے۔ انھوں نے جماعت 'عبادالرحمٰن' کے نام سے اپنے کاموں کو سماجی بہبود کے دائرے تک محدود رکھا، اور بعد میں یہی تنظیم جماعت اسلامی لبنان میں تبدیل ہوگئی جو اب تک اسی نام سے کام کر رہی ہے۔ اسی طرح عراق، کویت، امارات اور دوسرے عرب ممالک میں اخوان کی تحریک نے مختلف ناموں سے کام کا آغاز کیا۔

اس سلسلے میں آخری بات یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ شام کے ایک معروف عالم دین الشیخ محمد علی ظبیان کیلانی دمشقی نے عقیدہ جمعیۃ الاخوان المسلمون (جماعت اخوان المسلمون کا عقیدہ) کے عنوان سے ایک تفصیلی مضمون تحریر کیا ہے۔ اس مضمون کا صحیح سن اشاعت تو معلوم نہیں لیکن مضمون نگار نے ایک جگہ پر لکھا ہے کہ یہ مضمون اخوان کے تاسیس کے دوسال بعد لکھا گیا، یعنی اندازاً ۱۹۳۰ء کا زمانہ تھا۔ اس وقت نہ ریڈیو تھا اور نہ ٹیلی ویژن، لیکن اس کے باوجود انھیں شام میں جماعت اخوان اور اس کے عقائد کی تفصیلی معلومات پہنچ گئی تھیں۔ انھوں نے ان بہت سے کاموں کا ذکر کیا جو اخوان نے سرانجام دیے ہیں، اور اپنی بات ختم کرتے ہوئے لکھا:

> میری نظر میں مسلمانوں کی پس ماندگی کا سب سے بڑا سبب اپنے دین سے دوری ہے۔ ان کی اصلاح اور بہتری کی صورت یہ ہے کہ وہ صدقِ دل سے اسلامی تعلیمات واحکام کی طرف پلٹ آئیں۔ اس ہدف تک رسائی بالکل ممکن ہے، بشرطیکہ مسلمان اس کے لیے کمربستہ ہوجائیں۔ میں اخوان کے اصول ومبادی پر قائم اور ثابت رہنے کا وعدہ کرتا ہوں اور اس کے ہر کارکن کے لیے میرے دل میں جگہ ہے، اور میں یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ اس راہ میں اپنی آخری سانس تک ایک تابع دار سپاہی کی طرح زندگی بسر کروں گا...... میرے مسلمان بھائی، یہ تیرے اخوان المسلمون کے بھائیوں کا عقیدہ ہے اس کو مضبوطی سے تھام لو اور اگر تم اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے خیر اور بھلائی کا ارادہ رکھتے ہو، تو ہر روز مسلسل اس کی طرف لوگوں کو دعوت دو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس عقیدے کی خدمت کی توفیق بخشے اور اس کے مطابق زندگی گزارتے ہوئے اسی راہ میں موت بھی عطا فرمائے۔ وہی ہمارے لیے کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔